دارالافتاء
مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مفتی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جبری اور اختیاری پراویڈنٹ فنڈ کا شرعی حکم اور کاشتکاری میں عشر کی ذمہ داری کس پر ہے؟

محترمی ومکرمی حضرت مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

GP فنڈ پر اضافے سے متعلق مختلف آراء/فتاویٰ

جبری پراوڈنٹ فنڈ: جی پی فنڈ پر لازمی کٹوتی ہوتی ہے جس پر ہر سال ملازم کو اضافہ ملتا ہے مگر وہ اضافہ اسے معلوم نہیں ہوتا' البتہ اس اضافہ' کے تعین کا اعلان ادائیگی کے وقت کر دیا جاتا ہے کہ اصل زر پر کس تناسب سے اضافی رقم کی ادائیگی ہوگی۔

اختیاری پراوڈنٹ فنڈ: جی پی فنڈز میں مذکورہ بالا لازمی کٹوتی کے علاوہ ملازم اپنے اختیار سے اس میں اضافہ بھی کر سکتا ہے جس پر اسے اضافہ شدہ رقم کے تناسب سے سالانہ اضافہ ملتا ہے مگر یہ اضافہ بھی نامعلوم ہوتا ہے' سال کے آخر میں ادائیگی کے وقت حکومت حساب لگا کر ملازم کے فنڈ میں اضافے کی مقدار کے تعین کا فیصلہ کرتی ہے۔

۱۔ قاضی صدرالدین کے نزدیک جی پی فنڈ کی لازمی اور اختیاری کٹوتی دونوں پر اضافہ سود کے حکم میں ہے (Encl.1)

۲۔ وفاقی شرعی عدالت کے نزدیک بھی جی پی فنڈ اختیاری اور لازمی کٹوتی پر اضافہ سود کے حکم میں ہے۔ (Encl.2)

۳۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے نزدیک جی پی فنڈ کی لازمی کٹوتی پر اضافہ لینا جائز ہے' اور اختیاری کٹوتی پر اضافہ سود ہے (Encl.3)

۴۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ' مفتی محمد شفیعؒ' مولانا گوہر الرحمان مرحوم اور مفتی تقی عثمانی صاحب کے فتووں کے مطابق جی پی فنڈ اختیاری اور غیر اختیاری دونوں پر اضافہ حرام نہیں ہے' مگر اختیاری کے اضافہ سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ شبیہ بالربا ہے' اور کہیں لوگ اس کو سود خوری کا ذریعہ نہ بنالیں۔ (Encl.4)

۵۔ مفتی رشید احمد مرحوم کے نزدیک جی پی فنڈ پر اضافہ جائز ہے۔ (Encl.5)

۶۔ مفتی غلام الرحمان صاحب کے نزدیک جی پی فنڈ اختیاری اور لازمی دونوں پر اضافہ جائز ہے' ان کے مطابق اختیاری

اور غیر اختیاری کے جواز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (Encl.6)

۷۔ ڈاکٹر طاہر القادری کے مطابق یہ ایک ویلفیئر سکیم ہے اس پر ملنے والا اضافہ بالکل جائز ہے۔ (Encl.7)

پاک فضائیہ سے متعلق لوگ ہم سے بار بار استفسار کرتے ہیں کہ جی پی فنڈ پر اضافے کی حلت یا حرمت کے بارے میں قطعی واضح اور دوٹوک مدلل فتویٰ درکار ہے۔ درج بالا باہم متصادم فتاویٰ کی مدد سے تو کسی ایک حتمی رائے پر پہنچنا مشکل ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ مذکورہ بالا فتاویٰ کے تناظر میں اپنی مدلل رائے سے نوازیں تاکہ ہم اپنے ادارے میں لوگوں کو ذہنی اور فکری اضطراب سے نکال سکیں اور منسلکہ مواد فتویٰ کے ساتھ ہی واپس فرمائیں۔

ونگ لمانڈ، ضمیر اختر خان

ڈائریکٹر آف موٹیویشن اینڈ ریلیجس افیرز، ئیر ہیڈ کوارٹرز پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

الجواب وباللہ التوفیق

سرکاری اور دیگر محکموں میں جو تنخواہ دی جاتی ہے وہ دو قسم کے رقوم سے مرکب ہوتی ہے: (۱) اصل تنخواہ (۲) دیگر الاونسز، اور اس مجموعہ تنخواہ۔ سے ملازم کی بہترین معاشرتی مستقبل کے لئے حکومت یا پرائیویٹ ادارہ ایک مخصوص رقم ماھانہ یا سالانہ کاٹی ہے اس کو پرویڈنٹ فنڈ کہا جاتا ہے۔ لہذا جب ملازم نوکری سے خود یا پنشن پر علیحدہ ہوتا ہے تو وہ جمع شدہ رقم مع اضافہ کے ساتھ ملازم کو ملتا ہے مگر یہ کٹوتی ملازم کو تنخواہ دینے سے پہلے کی جاتی ہے بایں وجہ ملازم کٹوتی کا مالک نہیں ہوتا اسلئے کہ جب تک ملازم خود یا اسکا وکیل اس پر قبضہ نہ کرے وہ اسکا مالک متصور نہیں ہوتا، البتہ اس کو صرف مطالبے کا حق حاصل ہوتا ہے کما فی البحر الرائق (قوله بل بالتعجيل او بشرطه او بالاستيفاء او بالتمكن يعني لا يملك الاجرة الا بواحد من هذه الاربعة والمراد انه لا يستحقها المؤجر الابذلك اشار اليه القدوري في مختصره لأنها لو كانت ديناً لايقال انه ملكه المؤجر قبل قبضه واذا استحقها المؤجر قبل قبضها فله المطالبة بها وحبس المستاجر عليها وحبس العين عنه وله حق الفسخ ان لم يعمل له المستاجر كذا في المحيط لكن ليس له بيعها قبل قبضها (البحر الرائق ۷/ ۳۰۰)

اس لئے ملازم غیر مقبوضہ مال میں آزادانہ تصرفات نہیں کرسکتا چنانچہ عدم ملکیت کی وجہ سے حکومت اس پر ٹیکس وغیرہ بھی نہیں لگاتا۔ اس قسم کی کٹوتی کی دو قسمیں ہوتی ہیں (۱) جبری پراویڈنٹ فنڈ (۲) اختیاری پراویڈنٹ فنڈ،

جبری جی پی فنڈ میں ہر ملازم سے اس کی تنخواہ میں لازمی کٹوتی ہوتی ہے، البتہ اختیاری کٹوتی میں ملازم کی مرضی کو دخل ہوتا ہے اگر وہ اپنے اختیار سے کٹوتی چاہتا ہے تو ٹھیک ورنہ اس کو مجبور نہیں کیا جاتا۔

اور حکومت اپنی طرف سے ان رقوم میں جو کچھ تصرفات کرنا چاہتی ہے اسکو اختیار حاصل ہوتا ہے۔البتہ حکومت ادائیگی کے وقت ملازمین کو ان جمع شدہ رقوم سے اضافی رقم دیتی ہے، شرعی اصول کے مطابق یہ اضافہ حکومت یا دیگر اداروں کی طرف سے ھدیہ، تبرع کے زمرے میں داخل ہے، اسلئے کہ موجر یا حکومت اور کسی پرائیوٹ ادارے کیلئے جائز ہے کہ وہ مزدور کو اسکی مقرر مزدوری سے زیادہ دے جیسا کہ امام بخاریؒ کے اس قول سے پتہ چلتا ہے۔ من استاجر اجیراً فترک أجره فعمل فیه المستاجر فزاد ومن عمل فی مال غیره فاستفضل (صحیح بخاری ۱/۳۰۲) لہذا اس اضافہ پر ربا (سود) کی تعریف صادق نہیں۔ کیونکہ ربا کل قرض جر نفعاً فهو ربا (الحدیث) سے عبارت ہے۔اور قرض وہاں متحقق ہوتا ہے جہاں کوئی شخص اپنا مملوکہ مال کسی کو اضافے کی شرط پر دے دے جبکہ حکومت یا نیم سرکاری ادارہ وغیرہ کے پاس جو رقم بصورت پراویڈنٹ فنڈ جمع ہوتی ہے، اس میں تنخواہ دار کی ملکیت متحقق نہیں ہوتی، اور اسی فقدانِ ملکیت کی وجہ سے جی، پی فنڈ میں جمع شدہ رقوم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ جبری کٹوتی میں تو بات بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی کٹوتی پر اضافی رقم سود میں داخل نہیں، اور اسی کو ہمارے اسلاف حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دیگر اکابرین نے بھی اختیار کیا ہے چنانچہ حضرت تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

سوال: گورنمنٹ دریافت کرتی ہے کہ ہر ملازم اپنی تنخواہ میں ۱/۲ ۶ سے ۱/۲ ۱۲ فی صد تک کے حساب سے ہر مہینہ خزانہ ءسرکار میں جمع کرے اور وہ کل رقم جو سرکاری کی نوکری ختم ہونے پر پنشن کی صورت میں یا خود نوکری چھوڑ دینے پر اس وقت کل روپیہ اس کے بمعہ چار روپیہ فیصد سود کے سرکار واپس دے گی؟

الجواب: اس مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ تنخواہ کا کوئی جز اس طرح وضع کرا دینا اور پھر یکمشت وصول کر لینا اگر اسکے ساتھ سود کے نام سے کچھ رقم ملے یہ سب جائز ہے کیونکہ درحقیقت وہ سود نہیں ہے، اس لئے کہ تنخواہ کا جو جز وصول نہیں ہوا وہ اس ملازم کی ملک میں داخل نہیں ہوا پس وہ رقم زائد اسکی مملوک شئی سے منتفع ہونے پر نہیں دی گئی، بلکہ تبرع ابتدائی ہے، گو گورنمنٹ اس کی اپنی اصطلاح میں سود ہی کہے (امداد الفتاویٰ ۳/۱۴۹)

البتہ اختیاری کٹوتی میں مسئلہ الگ ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ یہ رقوم ملازم کی ملکیت میں نہیں آئے ہوتے ہیں اور وہ انکا مقبوضہ مالک نہیں ہوتا، لیکن اگر وہ ان رقوم کو حکومت یا ادارے سے لینا چاہے تو لے سکتا ہے، چھوڑنے پر اسکو مجبور نہیں کیا جاتا تو گویا اس استحقاق سے ایک طرف ملازم کی ان رقوم میں ملکیت ثابت ہے مگر ملازم اس کے باوجود وہ اپنے اختیار سے حکومت یا ادارے کے پاس صرف اس غرض سے مخصوص رقم اپنی تنخواہ سے کٹوا رہا ہے تاکہ

ادائیگی (وصولی) کے وقت وہ حکومت یا ادارے سے اضافی رقم لے لے اور یہی اختیار اس اضافہ میں سود کا شبہ پیدا کرتا ہے، اس لئے اختیاری کٹوتی پر اضافہ میں اگرچہ حقیقی ربا موجود نہیں مگر شبہ ربا ضرور ہے۔ اس لئے اختیاری جی پی فنڈ کے اضافہ سے اجتناب کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ اختیاری کٹوتی کے ذریعہ اضافی رقم کا حصول سود خوری کا ذریعہ اور سبب بنتا ہے جبکہ اسلام نے ترک شبہات کا حکم دیا ہے کما فی جامع الترمذی باب ما جاء فی ترک الشبہات: عن النعمان بن بشیرؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الحلال بیّن والحرام بیّن وبین ذلک امور مشتبہات لایدری کثیر من الناس ام من الحلال ام من الحرام فمن ترکھا استبرأ لدینہ وعرضہ فقد سلم ومن واقع شیئاً منھا یوشک ان یواقع الحرام (جامع ترمذی ۱/ ۲۲۹)

اور علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے فتتحقق بوجودہ شبھة علة الربا فتثبت شبھة الربا مانعة کحقیقة الربا بالاجماع علی منع بیع الاموال الربویة مجازفة وان ظنّ التساوی وتماثلت الصبرتان فی الرؤیة ولیس فیہ الاشبھة ثبوت الفضل ...لان لشبھة العلة حکم العلة فیثبت بہ شبھة حکم العلة وحکم العلة ھو حرمة التفاضل والنساء (فتح القدیر ۶/ ۱۵۴، ۱۵۵)

گویا خلاصہ یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ میں جو کٹوتی جبری طور پر ملازمین کی تنخواہوں سے ماہانہ یا سالانہ کی جاتی ہے اور پھر ریٹائرمنٹ کے بعد حکومت یا پرائیویٹ ادارہ ملازم کو جمع شدہ رقم کے علاوہ اضافی رقم دیتا ہے، یہ اضافی رقم نہ سود ہے اور نہ اس میں سود کا کوئی شبہ ہے، اس لئے ملازم کیلئے اس رقم کا لینا اور اس کو اپنے استعمال میں لانا جائز اور حلال ہے۔ البتہ جو کٹوتی اختیاری طور پر ملازم کی تنخواہ سے ہوتی ہو اور ریٹائرمنٹ پر حکومت یا ادارہ ملازم کو جمع رقم کے ساتھ جو اضافی رقم ملتی ہے، اگرچہ حقیقی معنوں میں سود نہیں مگر اضافہ کی لالچ سے اختیار اور رضا سے کٹوتی کروانے کی وجہ سے اضافہ مشابہ بالربا ضرور ہے اور اس کے علاوہ اس عمل کو سود خوری کا ذریعہ بنا لینے کا بھی خطرہ ہے۔ اسلئے اس اضافی رقم سے اجتناب کیا جائے پہلے تو ادارہ سے وصول نہ کرے اور اگر وصول کرلیا ہو تو اسکو صدقہ کرے یہی رائے متحقق اور اقرب الی الصواب ہے اور اسی کو اکابر علماء کرام نے اختیار کیا ہے، ملاحظہ ہو (فتاویٰ رحیمیہ ۹/ ۲۷۲)

ھذا ما ظھر لی واللہ اعلم وعلمہ اتم

مختار اللہ حقانی

دار الافتاء جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک